مولانا محمد اللہ قاسمی

شعبہ انٹرنیٹ، دارالعلوم دیوبند

اسلام کا معاشرتی انقلاب

پوری دنیا ظہورِ اسلام سے قبل سماجی سطح پر مختلف ناہمواریوں کا شکار تھی، کہیں نسلی منافرت اور طبقاتی کش مکش جاری تھی تو کہیں مرد وعورت کے درمیان تشدد اور افراط وتفریط پائی جاتی تھی، صنفِ نازک پر ظلم وستم کے پہاڑ ٹوٹتے تھے، انسان خود انسانوں کے بنائے ہوئے غیر متوازن نظاموں میں جکڑا ہوا تھا، عام انسانوں کے جان و مال اور عزت وآبرو کی کوئی قیمت نہیں تھی۔ انسان کو انسان شمار نہیں کیا جاتا تھا، عام انسان غلامی اور ظلم کی زنجیروں میں اس طرح جکڑے ہوئے تھے کہ جانوروں کی طرح مجبورِ محض تھے۔

انسانی برادری میں مساوات

اسلام نے سب سے پہلے انسانوں کے درمیان بنی ہوئی اس عدمِ مساوات اور ظلم کی دیوار کو پاش پاش کیا، انسانی معاشرے کے درمیان مساوات اور انسانی حقوق میں سب کی شرکت اسلام کا ایک اہم انقلابی تصور تھا، جس نے دنیا کی تصویر بدل ڈالی۔ اسلام سے پہلے کے معاشروں اور تہذیبوں میں جملہ انسانی طبقات کے درمیان مساوات کا فقدان تھا۔

یہود خود کو اللہ کی اولاد اور اشرف الناس سمجھتے تھے؛ جب کہ دوسروں کو پیدائشی ذلیل اور حقیر سمجھتے تھے، ان کی مذہبی کتاب تلمود کے مطابق یہودی روئے زمین کی سب سے بہتر مخلوق تھے اور دیگر انسانی طبقے خود یہودی نہیں ہوسکتے تھے اور کسی صورت میں ان کے برابر نہیں ہوسکتے تھے۔ اس وقت کی سپر پاور طاقت رومن امپائر نے سماج کو تین حصوں میں تقسیم کر رکھا تھا: (۱) امراء جنھیں بغاوت کے علاوہ کسی جرم میں سزائے موت نہیں دی جاسکتی تھی۔ (۲) متوسط طبقہ جسے غیر معمولی جرم میں سزائے موت دی جاسکتی ہے۔ (۳) نچلا طبقہ جس کے افراد کو معمولی جرائم میں قتل کردیا جاتا تھا، زندہ آگ میں جھونک دیا جاتا تھا۔ ایران والے اپنی قومیت کو عظمت وتقدیس کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ ان کا تصور تھا کہ دنیا کی ہر قوم اور ہر نسل پر انھیں برتری حاصل ہے۔ یہ اپنے گرد وپیش کی قوموں کو بڑی حقارت وذلت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ ان کے لیے ایسے نام تجویز کررکھے تھے، جس میں توہین وتمسخر کا پہلو پایا جاتا تھا۔

ہندوستان میں بھی طبقہ واری امتیاز عروج پر تھا۔ ہندی سماج نے باضابطہ منوشاستر، جیسا قانونچہ

مرتب کر رکھا تھا، جس کو بہت جلد ملکی قانون اور مذہبی دستاویز کی حیثیت حاصل ہوگئی۔ منوشاستر کے مطابق برہمن، برہما (خدا) کے سر سے پیدا ہوئے تھے؛ اس لیے مذہبی پیشوائی اور رہبری ان کا فرض منصبی تھا، پھر چھتریوں کا درجہ تھا جو برہما کے سینے سے پیدا ہوئے اوران کے ذمہ لڑائی اور دفاع کا کام سپرد ہوا۔ تیسرے نمبر پر ویش طبقہ تھا اس کا پیشہ زراعت وتجارت تھا اور یہ برہما کے کمر سے پیدا ہوے تھے۔ سب سے ذلیل شودر تھے جو برہما کے پاؤں سے پیدا ہوئے تھے اور جن کے ذمہ درج بالا تینوں قوموں کی خدمت کا کام سپرد ہوا تھا۔

خود عرب میں قبائلی تعصب اور جتھ بندی بڑی سخت تھی، اس عصبیت کی وجہ جاہلی مزاج تھا۔ بعض خاندان دوسرے خاندانوں کے ساتھ رسوم و عادات میں شرکت پسند نہیں کرتے تھے۔ مناسک حج میں قریش عام حجاج سے الگ تھلگ رہتے۔ ایک طبقہ پیدائشی آقاؤں کا تھا، ایک طبقہ کم حیثیت لوگوں کا تھا جس سے بیگار لیا جاتا تھا۔

عالمی تاریکی کے اس مہیب ماحول میں مکہ کی سنگلاخ وادیوں سے یہ نوید جانفزا سنائی دی کہ تمام انسان اصل خلقت کے اعتبار سے برابر ہیں۔ اعلان ہوا کہ سارے انسان اللہ کی مخلوق ہیں، سب ایک ہی ماں باپ کی اولاد ہیں، کوئی پیدائشی حقیر اور پیدائشی شریف نہیں:

يَاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَ بَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّ نِسَآءً (النساء: ٤)

”اے لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تمھیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی سے اس کی بیوی پیدا کی اور ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں دنیا میں پھیلا دیں۔“

سارے انسان پیدائشی اعتبار سے برابر ہیں۔ ان میں کوئی اونچ نیچ نہیں، کوئی پاک یا ناپاک نہیں، کالے اور گورے، ہندی اور عربی، آرین اور سامی، ایشیائی اور یورپی، مشرقی اور مغربی سب ایک درجہ کے اور ایک طرح کے حقوق رکھنے والے انسان ہیں۔ نسل و رنگ یا وطن و زبان کی بنا پر ان میں کوئی تفریق نہیں کی جاسکتی، ہاں! اسلام نے یہ اعلان کیا کہ اگر بڑائی اور برتری کا کوئی معیار ہے تو وہ صرف تقویٰ اور پرہیزگاری ہے:

يَاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ (الحجرات: ١٣)

”اے لوگو! حقیقت یہ ہے کہ ہم نے تم سب کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے اور تمھیں

مختلف قوموں اور خاندانوں میں اس لیے تقسیم کیا ہے؛ تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان کرسکو، درحقیقت ، اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں سے زیادہ متقی ہو، یقین رکھو اللہ سب کچھ جاننے والا اور ہر چیز سے باخبر ہے۔''

اس آیتِ کریمہ نے مساوات کا یہ عظیم اصول بیان فرمایا ہے کہ کسی کی عزت وشرافت کا معیار اس کی قوم، اس کا قبیلہ یا وطن نہیں ہے؛ بلکہ تقوی ہے۔ سب لوگ ایک مرد وعورت یعنی حضرت آدم وحوا (علیہما السلام) سے پیدا ہوئے ہیں۔ اللہ تعالی نے مختلف قبیلے خاندان یا قومیں اس لیے نہیں بنائیں کہ وہ ایک دوسرے پر اپنی بڑائی جتائیں؛ بلکہ ان کا مقصد صرف یہ ہے کہ بے شمار انسانوں میں باہمی پہچان کے لیے کچھ تقسیم ہوجائے۔ اسلام نے ساری انسانیت کی عزت افزائی کی اور بلاتفریق نسل ونسب انسان کو تکریم کا تاج عطا کیا۔ ارشاد ہوا:

وَ لَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ وَ حَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ وَ رَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَ فَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا (الاسرا : ۷۰)

''اور حقیقت یہ ہے کہ ہم نے آدم کی اولاد کو عزت بخشی ہے اور انھیں خشکی اور سمندر دونوں میں سواریاں مہیا کی ہیں اور ان کو اپنی بہت سی مخلوقات پر فضیلت عطا کی ہے۔''

قرآن کی اس آواز پر عربوں کی موروثی نخوت پارہ پارہ ہوگئی، پھر عرب کے جنگ جو اور اکھڑ مزاج لوگ باہم شیر وشکر کی طرح گھل مل گئے، ان کا سارا نسلی غرور جاتا رہا۔ آگے چل کر انھوں نے مدینہ منورہ میں تاریخی مواخات (بھائی چارہ) قائم کیا جو انسانی تاریخ کا ایسا نقشِ جمیل ہے جو رہتی دنیا تک مساوات واخوت کے علمبرداروں کے لیے سنگِ میل کی حیثیت رکھے گا۔

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے سارے انسانوں کو اللہ کا کنبہ قرار دیا الخلق عیال اللہ (بیہقی، شعب الایمان) اور حج الوداع کے موقع پر ایک لاکھ سے زیادہ صحابہ کی موجودگی میں آپ نے اعلان فرمایا: لوگو! تمہارا رب ایک ہے اور تمہارے باپ بھی ایک ہیں۔ سن لو! کسی عربی کو کسی غیر عربی پر کوئی فضیلت نہیں اور نہ کسی غیر عربی کسی عربی پر، کسی گورے کو کسی کالے پر یا کسی کالے کو کسی گورے پر کوئی فضیلت ہے۔ اگر فضیلت کا کوئی معیار ہے تو وہ تقوی اور اللہ کا خوف ہے، اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ باعزت اور افضل وہ ہے جو اللہ سے سب سے زیادہ ڈرنے والا ہو (بیہقی، شعب الایمان)

انسانی برادری میں مساوات اور عالمگیر اخوت کا نعرہ اسلام نے دیا اور اس کو عملی شکل میں دنیا میں رائج کیا۔ یہی وجہ تھی پوری اسلامی تاریخ میں آزاد کردہ غلاموں نے جو علمی وفکری کارہائے نمایاں انجام

دیے ہیں، وہ صرف مسلمانوں کا ہی حصہ ہیں۔ آج جس جمہوریت اور مساوات کا دنیا میں ڈنکا بج رہا ہے وہ سراسر اس ماحول کی دین ہے، جسے اسلام نے دنیا میں پیدا کیا۔ مغربی ممالک کے یہاں طبقاتی اور نسلی تفریق بیسویں صدی تک موجود تھی اور وہ اس سے آزاد نہ ہو پائے۔ ساتھ افریقہ میں تو یہ تفریق جو اہلِ یورپ کی طرف سے مسلط کی گئی تھی، تک موجود تھی اور آج بھی اس کے آثار وشواہد باقی ہیں، جنھیں دیکھ کر انسانیت کا سر شرم سے جھک جاتا ہے، امریکہ جو جمہوریت و مساوات کا علمبردار ہے، وہاں کی بعض ریاستوں میں آج بھی نسلی امتیاز پر مبنی قوانین موجود ہیں اور شہریت کے مختلف درجات ہیں اور اسی اعتبار سے ان کو رعایتیں اور سہولتیں دی جاتی ہیں۔ بعض ریاستوں میں اب بھی گوری اور کالی نسل کے لوگوں کے درمیان شادی نہیں ہوسکتی، اگر کرلی جائے تو یہ شادی غیر معتبر ہوگی اور اس کا ارتکاب کرنے والے سزاؤں کے مستحق ہوتے ہیں۔ امریکہ میں نسلی امتیاز کا خاتمہ قانونی طور پر صرف ۱۹۶۵ء میں ہوسکا۔ اسی طرح امریکہ نے اپنی تمام تر روشن خیالی کے باوجود اپنی پوری دوسو سالہ تاریخ میں پہلی بار کسی سیاہ فام کو صدر کی حیثیت سے قبول کیا تھا اور اب تک اس عہدہ پر کوئی عورت فائز نہیں ہوسکی۔ اسی نسلی امتیاز وتفریق کا نتیجہ ہے کہ امریکہ میں سیاہ فام نسل کی آبادی کے لحاظ سے حکومت کے اہم عہدوں اور ملازمتوں میں ان کا تناسب نہایت ہی کم ہے۔

آج سے چودہ سو سال قبل عرب میں اسلام کی زیر سرپرستی جس عالمی برادری کی تشکیل ہوئی، تب سے آج تک ہر دور اور ہر خطے میں اس عالم گیر اخوت اور مساوات انسانی کا مشاہدہ کیا جاسکتا ہے۔ مغرب ہزار علم وفن اور تہذیب وتمدن کے بلند بانگ دعووں کے باوجود دلوں سے نسلی امتیاز ختم کرنے میں بری طرح ناکام رہا؛ لیکن اسلام کی تاریخ بتاتی ہے کہ اسلام نے ایک مختصر مدت میں اس برائی کو ہمیشہ کے لیے دفن کردیا۔

عورتوں کے ساتھ انصاف

معاشرتی سطح پر اسلام کا دوسرا اہم کارنامہ عورتوں کو ان کا جائز حق دلانا اور معاشرے میں ان کے صحیح کردار کو بحال کرنا ہے۔ ظہور اسلام سے قبل عورتیں معاشرے میں زبوں حالی کا شکار تھیں۔ انسانوں کے خودساختہ اصولوں نے ہمیشہ اس کے ساتھ بے اعتدالیاں برتیں۔ عرب کے جاہلی معاشرے میں عورت کے ساتھ عمومی بدسلوکی روا رکھی جاتی تھی اور اس کے حقوق پامال کیے جاتے تھے۔ وہ اقربا واعزہ کے ترکہ کی حق دار تو کجا، سامان وحیوان کی طرح وراثت میں منتقل ہوتی تھی، ہندوستان میں عورتوں کا برا حال تھا۔ بیوہ مستحقِ طعن وتشنیع سمجھی جاتی اور عموماً شوہر کے ساتھ ستی ہونے پر مجبور کی جاتی، یونانی تمدن میں بھی صنفِ

نازک قانونی، اخلاقی، معاشی اور معاشرتی حقوق سے محروم تھی، رومن تہذیب میں عورت زمرہ انسانیت سے خارج تصور کی جاتی تھی، ان کے ساتھ جانوروں کا سا سلوک کیا جاتا تھا، انگلستان میں کمزور اور بدصورت لڑکیاں سرِ دار چڑھادی جاتی تھیں۔ ایران میں عورتوں کو باعثِ شرم و ندامت سمجھا جاتا تھا۔ الغرض !ایک ظالمانہ ماحول تھا، صنفِ نازک ظلم وستم کے بوجھ تلے کراہ رہی تھی، ہر جگہ اس کے اخلاقی و معاشرتی حقوق پامال کیے جاتے تھے۔

ایسے وقت میں اسلام نے انسانیت کے ضمیر کو جھنجھوڑا اور عورتوں کو ان کا فطری اور قدرتی حق دلایا۔ قرآن کا اعلان ہوا:

وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ (النساء: ۱۹)

''عورتوں کے ساتھ بھلے انداز میں زندگی بسر کرو۔''

وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِیْ عَلَیْهِنَّ (البقرة: ۲۲۸)

''اور عورتوں کو معروف طریقے کے مطابق وہی حقوق حاصل ہیں، جیسے مردوں کو ان پر حاصل ہیں۔''

اسلام کی یہی انقلاب انگیز پکار تھی جس نے اقوامِ عالم کو احساس دلایا کہ کسی مخلوق کے ساتھ ظلم سراسر ناجائز ہے۔ اسلام نے عورت کی عزت افزائی کی۔ ایک عورت کے بحیثیت ماں، بیوی، بہن اور بیٹی کے حقوق مقرر کیے۔ ماں کے ساتھ حسنِ سلوک کی تاکید باپ کے مقابلے میں زیادہ کی گئی (صحیح بخاری، کتاب الادب: ح ٥٥١٤) نیک بیوی کو دنیا کے سب سے بہتر سرمایہ سے تعبیر کیا گیا (صحیح مسلم، کتاب الرضاع، ح ٢٦٦٨) بیٹیوں اور بہنوں کی تعلیم و تربیت پر جنت کی بشارت دی گئی (سنن ابی داؤد ، کتاب الادب ، ح ٤٤٨١) بالترتیب والد، بھائی اور شوہر کو عورت کے نان ونفقہ کی ذمہ داری سونپی گئی اور اس کے باجود انھیں جائداد میں حصہ دار مقرر کیا گیا (سورۃ النسا: ۷)۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انسانوں میں سب سے بہتر وہ ولوگ ہیں جو عورتوں کے ساتھ بھلائی کے ساتھ پیش آتے ہیں (سنن الترمذی، کتاب الرضاع، حدیث: ١٠٨٢)

حجۃ الوداع کے تاریخی خطبہ میں جو حقوقِ انسانی کا عظیم الشان منشور سنایا، اس میں عورتوں کے حقوق کا خصوصی ذکر فرماتے ہوئے ان کیساتھ حسنِ سلوک کی تاکید فرمائی اور انکے حقوق کی یاددہانی کرائی (سنن الترمذی، کتاب الرضاع، ح ١٠٨٣) حتی کہ رحمتِ عالمؐ نے وفات سے قبل اپنی آخری وصیت میں بھی عورتوں کے حقوق کی مکمل ادائیگی کی طرف خصوصی توجہ دلائی (مصنف عبد الرزاق : ٥:٤٣٦)

اسلام کی اسی روشنی میں غیر اسلامی ممالک میں بھی عورتوں کے حقوق نے ترقی کی؛ مگر صحیح ربانی

تعلیمات کے فقدان اور مذہب بیزاری کی وجہ مغربی تہذیب نے اعتدال کا دامن ہاتھ سے چھوڑ دیا۔مغرب کے کوتاہ نظر نام نہاد دانشوروں نے عورتوں کو ان کے مقام سے زیادہ اوپر اٹھا کر ایک بار پھر انھیں ظلم وستم کا نشانہ بنا دیا ہے۔مساوات اور آزادی نسواں کے پردے میں ان کے ساتھ فراڈ کیا جا رہا ہے۔ڈھنڈورا یہ پیٹا کہ عورتوں کو مردوں کے دوش بدوش لانا ہے؛ مگر عملا یہ ہوا کہ انھیں منظرِ عام پر بازار کا سودا بنا دیا گیا۔

مرد وعورت کے باہمی تعلق کی نوعیت

عورت انسانی تاریخ کی وہ مظلوم ہستی ہے جس کے تخلیقی،نفسیاتی اور فطری تقاضوں کی بنیاد پر صحیح حقوق اور ذمہ داریاں انھیں سونپی گئیں۔عورت کے حقوق وفرائض اور مرد کے ساتھ اس کے تعلق کی نوعیت کے سلسلے میں دنیا میں انسان کے خودساختہ نظریات ہمیشہ افراط یا تفریط کا نشانہ بنے رہے اور اس کے نتیجہ میں بیچاری عورت ذات گھٹ گھٹ کر زندگی گزارتی رہی۔

اسلام سے پہلے عورت اور مرد کے باہمی رشتے میں بڑی بے ہنگمی تھی۔ساری دنیا فطرت کے خلاف افراط وتفریط کے راستے پر گامزن تھی۔کوئی مستحکم نظام نہیں تھا،جس کی بنیاد پر ازدواجی رشتہ قائم ہو۔ایرانی قانون ومعاشرت میں ازدواجی تعلقات کے لیے کسی بھی رشتے کا استثنا نہ تھا۔ایران کے اس شدید شہوانی رجحان کا ایک غیر فطری اور سخت ردعمل یہ ظاہر ہوا کہ ایک حکم راں مانی نے مرد وعورت کا باہمی اجتماع حرام قرار دے دیا۔پھر مزدک نے تمام عورتوں کو تمام مردوں کے لیے حلال کر دیا،جس سے پورا ایران جنسی انارکی اور شہوانی بحران میں ڈوب گیا۔ ہندوستانی مذہب وتمدن میں شہوانی جذبات اور جنسی میلان کو ابھارنے والے عناصر چھائے ہوئے تھے۔معبودوں کی فہرست میں لنگم اور یونی (مرد اور عورت کی شرم گاہ) بھی اہمیت کے ساتھ شامل تھے۔اس تن پرستی اور نفس پروری کے بالمقابل دوسری طرف نفس کشی اور ریاضت ومجاہدہ (جوگ وتپشیا) کا سلسلہ جاری تھا۔خود عرب میں زنا کوئی معیوب بات نہیں تھی اور اس کے بہت سے طریقے رائج تھے۔غرض دنیا شہوت وتجرد کے دونوں سروں میں تقسیم اور اعتدال وتوازن سے محروم تھی۔کچھ افراد نفس کشی اور روحانی ترقی میں مصروف تھے اور عام آبادی شہوانیت اور نفس پرستی کے دھارے میں بہہ رہی تھی۔ایسے ماحول میں اسلام نے انسانی فطرت کے عین مطابق معاشرتی لائحہ عمل پیش کیا جس میں بھرپور طریقہ پر انسان کے شہوانی جذبات کی رعایت کے ساتھ اخلاقی وسماجی اقدار پیش کیے گئے۔اس میں ہر اعتبار سے اعتدال تھا،توازن تھا،جاذبیت تھی اور فطرتِ انسانی سے مکمل مطابقت بھی۔

اسلام کی نگاہ میں مرد وعورت انسانی سماج کے دو لازمی جز ہیں۔اسلام نے مردوں اور عورتوں سے متعلق نہایت متوازن قانون دیا ہے۔انسانی حقوق میں مردوں اور عورتوں کو مساوی درجہ دیا گیا ہے اور

سماجی زندگی میں دونوں کے جسمانی تقاضوں اور صلاحیتوں کے لحاظ سے فرق کیا گیا ہے؛ بال بچوں کی تربیت کی ذمہ داری عورتوں پر اور کسب معاش کی ذمہ داری مردوں پر رکھی گئی ہے۔ سماجی زندگی کا یہ نہایت ہی زریں اصول ہے جس میں خاندانی نظام کی بقا اور اخلاقی اقدار کی حفاظت اور عورت کو ناقابلِ برداشت مصائب سے بچانا ہے۔

دوسری طرف دنیا میں کچھ ایسے قوانین وضع کیے گئے جن میں عورت کی حیثیت جانور اور پراپرٹی جیسی قرار پائی، نہ وہ کسی جائداد کی مالک ہوسکتی تھی، نہ اس میں تصرف کرسکتی تھی، نہ اس کو اپنے مال پر اختیار حاصل تھا اور نہ اپنی جان پر۔ اس کے مقابل آج کے مغربی معاشرے نے عورتوں کو تمام ذمہ داریوں میں مردوں کے مساوی قرار دے دیا۔ عورتوں کی جسمانی کمزوری، ان کے ساتھ پیش آنے والے قدرتی حالات وعوارض، اور طبیعت و مزاج اور قوتِ فیصلہ پر ان کے اثرات کو نظر انداز کردیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بہ ظاہر تو عورت کی حمایت سمجھا گیا؛ لیکن انجام کار اس آزادی نے پورے سماج کو بے حیائی، اخلاقی انارکی، ناقابلِ علاج امراض اور خود عورتوں کو ناقابلِ تحمل فرائض میں جکڑ کر رکھ دیا۔

اسلام میں سماج کی اہمیت

اسلام نے جس طرح فرد کی زندگی کو اہمیت دی ہے، اسے آزادی، مساوات اور عدل و انصاف سے نوازا ہے، وہیں اس نے اس کو معاشرے سے الگ بھی تصور نہیں کیا ہے۔ اسلام نے فرد کے مفادات اور حقوق کے خیال کے ساتھ، اس کو وسیع ترین معاشرے کے ایک ذمہ دار رکن کی حیثیت سے فرائض و واجبات بھی دیے ہیں۔ مغربی نظام کے برخلاف، اسلام کے معاشرتی نظام میں صالح اجتماعیت اور معاشرہ کا تحفظ و بقا فرد کے تحفظ و بقا کے مقابلے میں کہیں زیادہ ضروری ہے۔ اسلام نے ایسے صالح معاشرہ کی تشکیل کا خاکہ پیش کیا ہے اور اس کو عملی جامہ پہنایا ہے، جس میں خیر اور نیکی کو خوب پنپنے کا موقع ملے اور شر و برائی کو سر اٹھانے کا موقع نہ ملے۔

اسلام کا عمومی حکم ہے کہ معاشرے میں بھلائی اور خدا ترسی کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کی جائے اور گناہ و ظلم کے کاموں میں کسی قسم کی کوئی مدد نہ کی جائے (المائدہ:۲) بلکہ مستقل طور پر ایک دوسرے کو نیکی کی تلقین کرتے رہنے اور برائیوں سے روکنے کی ہمت افزائی کی گئی۔ (التوبہ:۷۱) نیز، حدیث میں حکم ہوا کہ تم میں جو شخص برائی دیکھے اسکو اپنے ہاتھ سے بدل دے، اگر اس پر قادر نہ ہو تو زبان سے، اور اگر اس پر بھی قادر نہ ہو تو دل سے اسکو برا سمجھے اور یہ ایمان کا سب سے کمزور درجہ ہے۔ (صحیح مسلم، جلد اول، کتاب الایمان)

اسلام نے ان تمام سرچشموں کو بند کردیا ہے جن سے صنفی برائیاں معاشرہ میں پھیلتی ہیں۔ شرم و

حیا کی سخت تاکید کی گئی اور اسے ایمان کا جز قرار دیا گیا۔ الحیاء شعبة مِن الإیمان (صحیح بخاری جلد اول باب امور الایمان) مردوں اور عورتوں دونوں کو حکم ہوا کہ جب ان کی نظر مقابل صنف پر پڑے تو اپنی نظریں نیچی کرلیں (النور: ۳۱)

زنا کو بدترین برائیوں میں شمار کیا گیا اور اس کے خلاف معاشرے میں شدید ترین نفرت و حقارت کے جذبات پیدا کردیے گئے اور زنا کے مرتکب افراد کے لیے نہایت سخت سزاں کا اعلان کیا گیا۔ (دیکھیے قرآن کریم ۳۲:۷ و۳:۲۴) مردوں اور عورتوں کا آزادانہ میل جول سخت ممنوع قرار دیا گیا۔ عام حالات میں عورتوں کا دائرہ کار گھر کی چہار دیواری تک محدود کردیا گیا اور انھیں بلا ضرورت باہر نکلنے سے روک دیا گیا۔ وَ قَرْنَ فِیْ بُیُوْتِكُنَّ وَ لَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى (الاحزاب:۳۳)

اسلام نے نکاح کو آسان بنایا اور اس کی خاص تاکید و ترغیب دی۔ بہت ہی قریب کے چند رشتوں کو چھوڑ کر باقی تمام لوگوں سے نکاح جائز قرار دیا گیا۔ اسی طرح ذات پات اور طبقاتی فرق بھی نکاح میں کوئی رکاوٹ نہیں۔ جوانوں کو مجرد رہنے کو خاص طور پر ناپسند کیا گیا۔ بیوہ عورتوں اور رنڈووں کو پھر سے ازدواجی زندگی اختیار کرلینے کی ہدایت کی گئی۔ اسلام کا حکم ہے کہ لڑکی جب جوانی کی عمر کو پہنچ جائے اور اس کے لیے مناسب رشتہ میسر آجائے تو فوراً اس کا نکاح کردو!

اسلام نے فرد کی آزادی، حقوق اور احترامِ نفس کو نہ صرف قبول کیا؛ بلکہ اسے بڑھاوا دیا؛ لیکن ساتھ ہی معاشرے کو فرد سے زیادہ اہمیت دی؛ اسی لیے فرد کو ایسے کاموں کی اجازت نہیں دی گئی جس سے معاشرے کے مجموعی اخلاقی وفکری ماحول میں کوئی منفی اثر پیدا ہوتا ہو۔ انھیں اسباب کی بنیاد پر اسلام نے زنا، بے حیائی، بے پردگی اور اخلاق باختگی کو کسی صورت میں برداشت نہیں کیا ہے؛ جب کہ اس کے بالمقابل آج کے مغربی معاشرہ میں فرد کو مرکزیت واہمیت دینے کی روش سے سماج کو بے شمار اخلاقی وسماجی برائیوں سے دوچار ہونا پڑ رہا ہے۔ معاشرہ میں فرد کو ہی اہمیت دینے کا معاملہ ہے کہ مغربی معاشروں میں فرد کو لباس، رہن سہن اور من مانے طرزِ زندگی کو اختیار کرنے میں پوری آزادی دے دی گئی ہے۔ بے پردگی تو کجا، رضا مندی کے ساتھ زنا حتی کہ شادی شدہ افراد کا زنا کرنا کوئی جرم نہیں ہے۔ اسی فرد کی آزادی کا کرشمہ ہے کہ ہم جنسی اور غیر فطری شادیاں جائز گردانی جارہی ہیں اور حتی کہ قتل وغیرہ جیسے سخت ترین جرائم کی سزا کے طور پر ملکی قانون میں قتل بالنفس کا کوئی خانہ نہیں ہے۔

غرض اسلام سے پہلے اور اسلام کے بعد کے ادوار میں انسانی حقوق، انسانی اخوت ومساوات اور معاشرتی اصلاحات کا اگر جائزہ لیا جائے واضح طور پر محسوس ہوگا کہ اسلام کی (بقیہ صفحہ ۵۳ پر)